امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کا علمی جائزہ

AN ANALYTICAL STUDY OF IMA`N-UN-NAZAR

ڈاکٹر عبد الغفار مدنی*

خواجہ ارشد علی**

ABSTRACT

Makhdoom Qazi Akram Nasarpuri was one of the most renowned Islamic scholars, and among the prolific authors of Sindh. He acquired basic early education from his father, Qazi Abdur-ur-Rahman Nasarpuri, who was the grand mufti and justice of Sindh in King Alamgeer`s vactorius era. After that he went with his father to Harmain shareef and received advanced education from the remarkable scholars of Harmain shareef, Makhdoom Akram Nasarpuri chose to live in Makkah and started teaching at Haram-e-Makkah. He is considered a great scholar of Quran, Hadith, and Jurisprudence of Abu Hanifa. He wrote many books on the various subjects of Islamic studies. He is also considered one of the best commentators of the Nukhbatul-fiker of ibn-e-Hajar Asqalani. The Nukhbatul-fiker is the most popular and authentic book in Science of Hadith, His commentatry on this book is known Ima`n-un-nazar fi tawzeeh Nukhbatul-fiker (A close Review of Nukhbatul-fiker), which is also an exceptional illustration of Nukhbatul fiker. He analyzed the opinions and interpretations of the prominent scholars of Hadith Science. Makhdoom Akram Nasarpuri interpreted the term of hadith scince with several aspects. He also cited examples of Hadith and provided comprehensive perspective and description on the various topics of Hadith science.

This brief but wide-ranged study attampets to understand the Makhdoom Akram Nasarpuri`s immense literary work on Science of Hadith. This study may also justify that ima`n-un-nazar is one of the well-known and distinguished books on the Hadith science.

KEYWORDS: Makhdom Akram Nasarpuri, Sindhi, Hadith Sciences, ima`n-un-nazar, Nukhbatul-fiker, Ibn-e-Hajar

* اسسٹنٹ پروفیسر، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، سانگھڑ کیمپس abdulghaffar_sng@sbbusba.edu.pk

** ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی۔ کراچی

تمہید

اسلام دین فطرت ہے جس کی جملہ تعلیمات و تفصیلات کا بنیادی ماخذ قرآن کریم و احادیث نبویہ ﷺ ہیں، قرآن مجید کی حفاظت و کتابت بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے فیضیاب ہونے والی مقدس جماعت یعنی صحابہ کرامؓ نے خود فرمائی، اس کے بعد اہل اسلام نے نبی کریم ﷺ کے اقوال و آثار کی حفاظت کرنے میں جو غیر معمولی سرگرمی دکھائی اس کی نظیر کرہ ارض پر ملنا مشکل ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سے منسوب تمام جزئیات کو محفوظ کرنے کی مساعی جمیلہ کو ارباب علم و فکر نے مختلف علوم حدیث و سیرت کی تدوین کا بنیادی سبب قرار دیا ہے۔ عمدۃ السلف حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی کاوشوں سے پہلی صدی کے آخر میں علوم حدیث کی تدوین کا بھی اصولی طور پر آغاز ہو چکا تھا، متقدمین محدثین نے باقاعدہ علوم حدیث کے متعلق بھی تحقیقی اصول وضوابط احاطہ تحریر میں لائے، ان میں یحیٰ بن معین (متوفی ۲۳۴ھ)، محمد بن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) اور علی بن مدینی (متوفی ۲۳۱ھ) اور کثیر ائمہ حدیث کی علوم حدیث کے متعلق کاوشیں اہل علم سے مخفی نہیں، مگر اس فن کو باقاعدہ منضبط کرتے ہوئے علم اصول حدیث پر پہلی تصنیف لکھنے کا شرف قاضی ابو محمد حسن بن عبد الرحمٰن رامہرمزی (متوفی ۳۶۰ھ) کے پاس ہے۔ ان کی کتاب کا نام "المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" ہے۔ اس فن میں ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، ابو نعیم اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، ابو بکر علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) اور قاضی عیاض مالکی (متوفی ۵۴۴ھ) اور عمر بن عبد المجید قرشی المعروف میانجی (متوفی ۵۸۰ھ) نے گراں قدر علمی نگارشات ضبط تحریر کیں، بعد میں مقدمہ ابن صلاح کے مؤلف ابو عمرو عثمان بن الصلاح شہزوری (متوفی ۶۴۳ھ) و علامہ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے اس وقیع فن کو بام عروج تک پہنچایا۔ متاخرین میں شیخ الاسلام امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، علامہ سخاوی (متوفی ھ)، خاتم المحققین علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے علوم حدیث کی تدوین و ترویج کو چار چاند لگا دیے اور ان کے بعد بھی کافی معتمد و مستند کتب اصول حدیث منصہ شہود پر آئیں، اور یہ سلسلہ اب تک علمی ترقی کی منازل طے کر تا رہا ہے مختلف انواع کی علمی تحقیقات سے لبریز کتب وقتاً فوقتاً زیور طباعت سے آراستہ ہو رہی ہیں۔[1]

علم اصول حدیث پر ارباب علم و تحقیق نے اپنی علمی بساط و تحقیقی مزاج کے مطابق کثیر کتب، حواشی و شروحات کا اضافہ کیا مگر ان کتب میں جو شہرت علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر" کے حصہ میں آئی وہ کسی اور کے مقدر میں نہیں تھی، پھر بعض احباب کی خواہش پر اس کتاب کی توضیح و تسہیل کرتے ہوئے علامہ ابن

حجر عسقلانی نے ایک عمدہ شرح "نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر" کے نام سے تحریر کی، علامہ ابن حجر عسقلانی کی دونوں کتب علوم حدیث کا ایک نادر ونایاب سرمایہ ہیں، یہ کتب علوم حدیث میں جہاں آپ کی وسعت علمی کا واضح ثبوت ہیں، وہاں عمدہ ترتیب وجامعیت کے اعتبار سے اصول حدیث کے متعلق کثیر کتب سے فائق وبرتر ہیں۔ ان کتب کو عوام وخواص میں خوب مقبولیت ملی اور شرقاً وغرباً ان کو داخل نصاب کر دیا گیا، ان دونوں کی کتب کی حواشی و شروحات کا شمار بھی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، ڈاکٹر محمد بن سالم نعمان نے "قضاء الوطر فی نزہۃ النظر" کے مقدمہ میں نخبۃ الفکر ونزہۃ النظر کی صرف عربی زبان میں ۱۰۸ حواشی، شروحات، اختصار ومنظومات کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔[2] ان شروحات میں علامہ قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ)، ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)، علامہ عبد الرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، شیخ ابراہیم اللقانی (متوفی ۱۰۴۱ھ)، مخدوم اکرم نصرپوری (متوفی ۱۱۳۰ھ) و ابوالحسن صغیر سندھی (متوفی ۱۱۸۷ھ) کی شروحات مشاہیر علوم حدیث میں معروف ہیں، بالخصوص ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) کی شرح عوام وخواص میں متداول ومعتمد ہے۔ برصغیر سندھ وہند میں اس کتاب کو غیر معمولی اہمیت سے نوازا گیا اور داخل نصاب کر دیا گیا، نیز برصغیر میں اس عمدہ کتاب کی عربی شروحات سمیت اردو ترجمے و حواشی و شروحات بھی ایک محتاط اندازے کے مطابق ۲۰ سے تجاوز کر گئے ہیں۔ سندھی ارباب علم نے بھی اس کتاب کو خصوصی توجہ دی اور دو مبسوط شروحات عربی میں تحریر کیں جن میں سے ابوالحسن سندھی کی "بہجۃ النظر شرح نزہۃ النظر" کے نام سے ایک مختصر وجامع شرح اہل علم میں معروف ومتداول ہے، ایک اور مبسوط وضخیم شرح "امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" کے نام سے مخدوم اکرم سندھی کی علمی کاوش ہے، یہ شرح کثیر خصوصیات و امتیازات سے مزین ہے، اس مقالے میں اس شرح کا مختصر تعارف وخصوصیات کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کے شارح کا مختصر تعارف

سندھ برصغیر میں علمی اعتبار سے مردم خیز خطہ رہا ہے جس میں مختلف نابغہ روزگار ہستیوں کا ظہور ہوا، جن کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی، جن کی علمی وتحقیقی نگارشات کو ارباب علم وتحقیق میں خوب پذیرائی ملی، ان نادر روزگار و عبقری شخصیات میں سے شارح بخاری مخدوم محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نصرپوری سندھی (متوفی ۱۱۳۰ھ) بھی ایک ہیں۔ مخدوم قاضی محمد اکرم بن قاضی عبد الرحمٰن نصرپوری، سندھی سندھ کے قدیم علمی مرکز نصرپور (نزد حیدرآباد) میں ایک علم وفضل والے گھرانے میں اندازاً دسویں صدی ہجری کے وسط میں پیدا ہوئے۔[3] علامہ قاضی اکرم نصرپوری نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی قاضی عبد الرحمٰن سندھی سے حاصل کی، آپ کے والد محترم

سندھ کے قاضی و مفتی تھے، ان کے بارے میں صاحب تحفۃ الکرام میر علی شیر قانع رقم طراز ہیں: قاضی مخدوم عبد الرحمٰن ایک جید عالم اور ممتاز فاضل تھے، شاہجہاں کے زمانے سے عالمگیر کی مدت حکومت تک حرمین شریفین کے نذرانوں کے متولی تھے۔[4] صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں: قاضی عبد الرحمٰن سندھی عہد عالمگیری میں مفتی مقرر ہوئے تھے اور سنہ ۱۱۰۶ھ میں حج کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لیے حرمین شریف کا قصد کیا اور پھر حرم مکی کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کر لی۔[5] بقول صاحب نشر النور کے قاضی عبد الرحمٰن کا انتقال سنہ ۱۱۲۲ھ میں ہوا اور جنۃ المعلی میں ان کو رب کی رحمت کے سپرد کیا گیا۔[6]

اساتذہ و تلامذہ

مخدوم قاضی اکرم نصرپوری نے اپنے والد کے علاوہ سندھ کے اپنے وقت کے جید علماء و مشائخ سے اکتساب علوم کیا، علوم حدیث میں مزید درک حاصل کرنے کے لیے آپ اپنے والد کے ساتھ حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور وہاں کے ائمہ حدیث سے علوم حدیث میں کمال مہارت حاصل کرنے کے بعد حرم مکی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، کثیر مشاہیر علم و فن آپ سے فیضیاب ہوئے مگر افسوس آپ کے حالات سمیت اساتذہ و تلامذہ کے نام تاریخ کے گم گشتہ اوراق میں دب گئے۔[7]

مخدوم اکرم نصرپوری اور امعان النظر: ارباب علم و تحقیق کی نظر میں

مخدوم اکرم نصرپوری عظیم محدث و فقیہ تھے، عمدہ اوصاف و کمالات کے مالک تھے، مشہور اصحاب علم و فضل نے مخدوم قاضی اکرم نصرپوری کی علمی عظمت و فضیلت کا اعتراف کیا ہے، اور ان کو عمدہ القاب سے یاد کیا ہے، شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، قاضی سندھ، فقیہ ابن فقیہ مخدوم عبد اللطیف بن مخدوم ہاشم ٹھٹوی، مخدوم ابراہیم ٹھٹوی، عالم ربانی و فقیہ فقیر اللہ علوی شکارپوری اور عبد الحی لکھنوی کے علاوہ کثیر اہل علم و محققین نے قاضی اکرم نصرپوری کی کتب کے حوالہ جات اپنی کتب میں دیئے ہیں، بعض نے ان کی کتب کی تعریف کی ہے۔

مخدوم ابراہیم بن مخدوم عبد اللطیف بن مخدوم ہاشم ٹھٹوی (متوفی ۱۲۲۰ھ) نے "القسطاس المستقیم" میں ان کی عظمت کو اس انداز سے بیان کیا ہے: عارف، عالم، محدث کامل، جامع المنقول والمعقول قاضی محمد اکرم نصرپوری، ان کی شرح "شرح نخبۃ الفکر" نہایت حیرت انگیز شرح ہے۔[8]

عارف باللہ شیخ احمد بن محمد بن ناصر درعی (متوفی ۱۱۲۹ھ) نے اپنے سفر نامے "الرحلۃ الناصریہ" میں مخدوم اکرم نصرپوری کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے: منیٰ کی مسجد خیف میں میری ملاقات ایک صاحب تصانیف، محقق عالم سے

ہوئی جن کا نام شیخ محمد اکرم بن قاضی عبد الرحمٰن سندھی تھا، وہ نیک طینت و صاحب تحقیق شخص تھے، تراجم بخاری و اختصار بخاری اور شرح نزہۃ النظر جیسی عمدہ کتب کے مؤلف ہیں۔[9]

مؤلف کتب کثیرہ، فخر الہند علامہ ابوالحسنات عبد الحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) امعان النظر کی عظمت کو اس انداز سے بیان کیا ہے: نخبۃ الفکر کی شروحات میں سے ایک بہترین و احسن شرح امعان النظر ہے۔[10]

مؤرخ سندھ میر علی شیر قانع (متوفی ۱۲۰۳ھ) نے تحفۃ الکرام میں ان الفاظ سے توصیف بیان کرتے ہیں: محمد اکرم نصرپوری یہ قاضی عبد الرحمٰن نصرپوری کے فرزند اکبر تھے، یہ بڑے بامروت و بافضیلت بزرگ تھے۔[11]

صاحب نزہۃ الخواطر علامہ عبد الحی حسنی لکھتے ہیں: عالم کبیر، محدث محمد اکرم بن قاضی عبد الرحمٰن نصرپوری سندھی حدیث، فقہ، اور عربی ادب کے ممتاز و نمایاں علمائے کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔[12]

محقق کتب کثیرہ و مشہور مصنف شیخ عبد الفتاح ابو غدہ امعان النظر کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ۱۳۸۳ھ کو سندھ کے سفر کے دوران اس عظیم شرح کی زیارت کی تھی یہ شرح ضخیم ہے اس کی تعریف کے لیے یہ کافی ہے کہ علامہ عبد الحی لکھنوی نے اس کو نخبۃ الفکر کی شروحات میں سے احسن شرح قرار دیا ہے۔[13]

تصانیف و تالیفات

مخدوم محمد اکرم نصرپوری کو متداولہ علوم پر کامل دسترس و اعلیٰ بصیرت حاصل تھی، آپ علم حدیث میں خوب شغف رکھا کرتے تھے، آپ کے احوال کی طرح آپ کی علمی و تحقیقی تصانیف کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی، صرف چند تصانیف کے نام تک رسائی ممکن ہوئی ہے:

- ❖ احوال رجال البخاری: اس کتاب میں آپ نے بخاری شریف کے تراجم کا تعارف بیان کیا ہے، یہ کتاب مفقود ہے۔[14]
- ❖ شرح البخاری: یہ بخاری شریف کی جامع شرح تھی جس میں آپ نے احناف کے نقطہ نظر کے ساتھ مختلف مذاہب پر خوب تحقیق کر کے عمدہ تحقیق جمع کی ہے۔ یہ کتاب بقول مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے عمر کوٹ سندھ کے قریب مدرسہ ولیٹھ میں موجود تھی جو اس قدر کرم خوردہ تھی کہ اس سے استفادہ ناممکن رہا، خوش قسمتی سے اس شرح سے نقل کردہ بعض حواشی محفوظ رہ گئے ہیں جو کہ مخدوم عثمان نے مشکوٰۃ شریف پر محفوظ کئے تھے ان کی قاسمی صاحب نے زیارت کی تھی۔[15] خوش قسمتی سے اس شرح کے تقریباً ۵۰۰ صفحات ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی وقف کردہ کتب و مخطوطات میں مخدوم عثمان کی کتابت میں نسخہ موجود ہے جو کہ سندھ آرکائیوز

میں موجود ہے۔

- المختصر للصحیح البخاری: یہ صحیح بخاری کی مکرر روایات و اسناد کو حذف کر کے صحیح بخاری کا اختصار کیا ہے، یہ کتاب بھی مفقود ہے۔[16]
- امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: یہ کتاب نخبۃ الفکر کی عمدہ شرح میں شمار ہوتی ہے، یہ کتاب علوم حدیث کے عمدہ معلومات و وقیع نکات کا مرصع ہے، یہ کتاب مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی تحقیق کے ساتھ حیدرآباد، سندھ سے شائع ہو چکی ہے۔
- الاقتداء بالمخالف: یہ رسالہ مختلف مذاہب کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر عمدہ تحقیق پر مشتمل ہے۔[17] اس کا عکس راقم کے پاس موجود ہے۔
- الحق المبین: اس رسالے کا تذکرہ شارح موصوف نے امعان النظر میں کیا ہے، اس کی مزید معلومات نہ مل سکی۔[18]
- رسالہ رد وحدۃ الوجود:
- الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیۃ: رسالہ در د حدۃ الوجود اور اس رسالے کا تذکرہ علامہ غلام مصطفی قاسمی نے اپنی ڈائری میں کیا ہے۔[19]
- رسالۃ اصول فقہ: یہ رسالہ بھی مفقود ہے۔
- احراق الروافض: مخدوم ابراہیم ٹھٹوی (متوفی ۱۲۲۰ھ) نے القسطاس المستقیم میں اس رسالے کا تذکرہ کیا ہے، یہ رسالہ بھی مفقود ہے۔[20]

وفات حسرت آیات

مخدوم قاضی اکرم نصرپوری اپنی بھرپور علمی زندگی گذار کر سنہ ۱۱۳۰ھ میں اس فانی دنیا سے انتقال کر گئے۔[21] اغلب گمان یہ ہے ان کی تدفین بھی والد محترم کی طرح جنۃ المعلی کے قبرستان میں ہوئی ہو گی۔

امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کا تعارف

قاضی محمد اکرم نصرپوری ایک عظیم محدث تھے، علم حدیث میں خوب شغف رکھتے تھے، ان کی یہ شرح امعان النظر ایک جامع مدلل وبلند پایہ شرح ہے جس میں مؤلف نے کثیر کتب سے استفادہ کر کے علوم حدیث کے متعلق عمدہ فوائد و نکات کو جمع کر دیا ہے، اس شرح کو لکھنے کا سبب بیان کرتے ہوئے شارح رقم طراز ہیں: حمد وصلوٰۃ کے بعد

بے پایاں رحم و کرم فرمانے والے رب کے کرم کا طلب گار محمد اکرم بن عبد الرحمٰن عرض گذار ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اصول حدیث کے تتبع کے عمدہ شوق کے ساتھ اس کے پیچیدہ اصول و ضوابط کی معرفت سے مجھے نوازا ہے کہ میں عالم باعمل و محدث کامل، جوہر تحقیق، زینت اہل تدقیق، عالم ربانی، محقق صمدانی، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی (ان پر رب کی بے پایاں رحمت ہو اور اللہ جل مجدہ اسے اپنے فضل و رضامندی سے نوازے) کی کم ضخامت و عمدہ ترتیب سے مزین و عظیم فوائد و زبردست نکات سے آراستہ کتاب "نخبۃ الفکر فی مصطلح الاثر" کی شرح و توضیح کروں، میں نے ارادہ کیا کہ اس کی ایسی شرح کروں جو اس کی مبہم مقامات کو حل کر دے، پردوں میں پوشیدہ مشکلات کی توضیح و تسہیل کر دے، اور اس کے ساتھ یہ شرح اہم امور سمیت وارد ہونے والے اعتراضات و اشکالات کا احاطہ کرے، نیز بعض مقامات پر تحقیقی قواعد کو بیان کرنے میں طوالت بھی کی ہے کیونکہ شرح کا مقصد ہی ان عظیم فوائد پر مطلع ہونا ہے، اس شرح کا نام "امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" رکھا ہے، اگرچہ میں ناتواں و قلیل بضاعت ہوں مگر رب کی عطاو بخشش وسیع ہے، اس کا احسان و کرم بے پایاں ہے، میں اللہ پر توکل کرتا ہوں اور خاتم انبیاء ﷺ کا توسل پیش کرتا ہوں، بیشک میرا رب میرا کارساز ہے وہ بہترین کارساز ہے، اسی پر توکل و بھروسہ ہے، اب میں واجب الوجود اللہ جل مجدہ کے فیوضات پر اعتماد کرتے ہوئے شروع کرتا ہوں۔[22]

یہ عمدہ و نفیس شرح سندھ کے عظیم محقق علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی کی کاوش سے تقریباً نصف صدی قبل منظر عام پر آئی، قاسمی صاحب نے اس کتاب کے مختلف معتمد خطی نسخہ جات کی روشنی میں یہ شرح تصحیح و تحقیق کے ساتھ شائع کر کے زمانے کی دست وبرد سے محفوظ کر دیا ہے، مگر اس طباعت کے کافی مقامات پر کتابت کی اغلاط کے ساتھ بعض مقامات پر شرح و متن میں امتیاز نہ ہونے کی بناء پر کچھ تشنگی باقی رہ گئی ہے، نیز قاسمی صاحب نے بعض کتب کی اگرچہ تخریج کی ہے مگر کثیر مقامات کی تخریج و حوالہ جات پیش کرنے کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ جدید اسلوب اختیار نہ کرنے کے سبب اس کتاب کو وہ اہمیت نہ مل سکی جو ملنی چاہیئے تھی، اس شرح کے بعض حصوں پر لبنان، و سعودی عرب کی جامعات میں مقالے تحریر کئے گئے ہیں جو کہ اب تک منصہ شہود پر نہیں آسکے، اس کتاب کی خصوصیات و امتیازات کو دیکھ کر اس پر نئے سرے سے کام کی از حد ضرورت ہے تاکہ خوب صورت انداز کے ساتھ شرح وبسیط سے اس شرح کو پھر سے شائع کیا جاسکے۔

امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کی جامعیت و افادیت

مخدوم اکرم سندھی علم حدیث میں کمال دسترس رکھتے تھے، شرح نخبۃ الفکر کی شرح کرتے ہوئے اصول حدیث کے تمام پہلوؤں کا خاص خیال رکھا ہے، جن میں سے بعض خصوصیات پیش خدمت ہیں: شرح نخبۃ الفکر میں موجود تمام اعلام کا مختصر تعارف واحوال بیان کرنے کے ساتھ بعض اوقات جرح وتعدیل کے اعتبار سے حکم بیان کر دیتے ہیں، اعلام کی نسبت کی وضاحت کے ساتھ اس کے اعراب بھی بیان کرتے ہیں، مختلف شہر وبلدان کی تفصیلات بیان کر دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کسی مصنف کی کتاب کا تذکرہ کیا مگر نام ذکر نہیں کیا یا مختصر نام بیان کیا تو شارح اس کتاب کی صراحت ومکمل نام واضح کر دیتے ہیں۔ نخبۃ الفکر کے مختلف نسخوں میں اگر اختلاف ہو تو وہ بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مشکل و دقیق الفاظ کی توضیح کر دیتے ہیں، لغوی و اصطلاحی معانی کے ساتھ بعض اوقات نحوی حیثیت بھی بیان کر دیتے ہیں، علوم حدیث سے متعلق اصطلاحات کی وضاحت کے ساتھ اگر کسی اصطلاح کی تعریف ذکر نہیں وہ بیان کر دیتے ہیں، ابن حجر کے بیان کردہ اقوال وتعریفات کی تخریج کا اہتمام کیا ہے، اصول حدیث پر اگر مذاہب اربعہ کے ائمہ کا اختلاف ہے وہ بیان کر دیتے ہیں، اصطلاحات حدیث میں احناف کے مؤقف و اصول کی وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔ اگر ماتن نے کسی حدیث کی طرف اشارہ کیا تو اس حدیث کو بیان کر دیتے ہیں، اگر کوئی حدیث مذکور ہے تو اس کی تخریج کر دیتے ہیں، گر اصطلاحات وتعریفات میں مثالیں بیان نہ ہوئیں تو ان کی مثالیں احادیث سے نقل کر دیتے ہیں، بعض محققین کی اغلاط پر احسن انداز سے تنبیہ کر دیتے ہیں، بالخصوص ملا علی کی شرح کا تعقبات عمدگی سے کیا ہے، بعض مقامات پر نخبۃ الفکر کی عبارت پر سوال قائم کرکے ان کے تسلی بخش جواب مرحمت کرتے ہیں۔ شرح پر وارد ہونے والے اشکالات کے جوابات دیتے ہیں، علوم حدیث سے مستنبط فوائد ونکات کو جمع کر دیے ہیں، بعض کتب خصوصاً علوم حدیث کے متعلق کتب کا تعارف پیش کیا ہے، قلتُ یا اقول، فائدۃ کے ساتھ نادر نکات بیان کرنے کے علاوہ اس شرح میں کثیر علمی وتحقیقی ابحاث جمع کر دی ہیں۔

شرح نخبۃ الفکر میں وارد اشخاص کا تعارف واحوال

مخدوم اکرم سندھی شرح تحریر کرتے ہوئے متن میں وارد اشخاص کا مختصر تعارف کے ساتھ کنیت یا نسبت وغیرہ کی وضاحت کے ساتھ اگر اعراب کی ضرورت ہو تو وہ بھی بیان کر دیتے ہیں، نیز شرح میں وارد مختلف شہر وعلاقوں کی وضاحت کی ہے، جیسے علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أَمَّا بَعْدُ: فإِنَّ التَّصانيفَ في اصْطِلاحِ أَهلِ الحديثِ، قَدْ كَثُرَتْ للأئمةِ في القديمِ والحديثِ. فمِن أَوّلِ مَن صَنَّفَ في ذلك القاضي أبو محمَّدٍ الرامَهُرْمُزِي في كتابه: "المحدِّثُ الفاصل"، لكنه لم يَستوعب، والحاكِمُ أبو عبدِ اللهِ النَّيْسَابوريُّ، لكنَّه لم يُهَذِّب، ولم يُرَتِّب. وتلاه أَبو نُعَيْم الأَصْبهاني فعَمِل على كتابهِ "مستخرَجاً"

وأَبقى أشياءَ للمُتَعَقِّب. ثمَّ جاءَ بعدَهم الخطيبُ أبو بكرٍ البغداديُّ فصَنَّفَ في قوانينِ الروايةِ كتاباً سَمَّاهُ: "الكفايةَ" [23]

مخدوم اکرم سندھی نے اس عبارت میں مذکور اعلام کا مختصر تعارف اس طرح بیان کیا: قاضی ابو محمد حسن بن عبد الرحمٰن بن خلاد رامَہُرمُزِیّ ہیں، (پہلی میم کی فتح اور ہ کی پیش اور دوسری میم کی پیش اور ز مکسورہ کے ساتھ ہے) ان کا تعلق رامہرمز، خورستان کے ایک چھوٹے قصبے سے ہے، حضرت سلمان فارسی کا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور بہت سے نامور اہل علم کی اس شہر سے وابستگی ہے، قاضی صاحب بھی ان میں سے ایک ہیں۔ یہ احمد بن حماد بن سفیان سے روایت کرتے ہیں، یہ سنہ ۳۶۰ھ تک زندہ رہے۔ پھر حاکم ابو عبد اللہ کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں: ان کا پورا نام محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ، الضبی الشافعی المعروف ابن البیع ہے، ان کی کتاب کا نام علوم الحدیث ہے، یہ مستدرک علی الصحیحین کے مؤلف ہیں، بہت بڑے عالم و ثقہ ہیں، ان میں کچھ تشیع بھی تھا مگر انصاف پسند تھے، یہ ان ائمہ دین میں سے زیادہ علم والے تھے جن کے ذریعے رب نے دین کی حفاظت کا اہتمام کرایا، ہزارہا علم و معرفت کے طالب ان سے مستفید ہوئے، دو ہزار سے زائد شیوخ سے فیضیاب ہوئے، عمدہ و مفید کتب تصانیف و تالیف کیں، سنہ ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۴۰۵ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا، ان کا تعلق خراسان کے مشہور شہر نیشاپور سے تھا۔ ابونعیم کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: نُعیم (ن کے پیش اور عین کے مفتوح ہونے کے ساتھ) یہ احمد بن عبد اللہ بن احمد ہیں، آپ صوفی، امام، عارف، حافظ، شافعی فقیہ اور مشہور کتاب حلیۃ الاولیاء کے مؤلف ہیں، ان شمار عظیم محدثین و اکابر علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ سنہ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۴۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ اس کے بعد متن میں خطیب بغدادی کا تذکرہ ہوا تو تحریر کیا: احمد بن علی بن ثابت بغدادی صاحب تاریخ بغداد ہیں، سو کے قریب کتب ضبط تحریر کیں، یہ ایسے فقیہ تھے جن کو حدیث میں کمال دسترس حاصل تھی، مرض الموت میں اپنا تمام مال جو ۲۰۰ دینار تھا صدقہ کر دیا تھے، وہ مال علم حدیث و فقہ سے وابستہ افراد اور فقراء پر تقسیم کیا گیا، اور آپ نے یہ وصیت بھی کی کہ ان کے تمام کپڑے صدقہ کئے جائیں، اور ان کی تمام کتب مسلمانوں پر وقف کی جائیں کیونکہ ان کی اولاد نہ تھی۔ ابن ماکول فرماتے ہیں: دار قطنی کے بعد بغداد میں خطیب کی مثل کوئی نہیں تھا، یہ سنہ ۳۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۴۶۳ھ میں دار خلد کی طرف چل دئے۔[24] مخدوم اکرم نصرپوری نے مختلف مقامات پر علوم حدیث سے وابستہ کثیر علمی شخصیات کا مختصر تعارف اس شرح میں جمع کر دیا ہے۔

شرح نخبہ میں وارد اصطلاحات کی مثالیں

علامہ ابن حجر عسقلانی شرح نخبہ میں بعض اوقات مختلف علوم حدیث کی اصطلاحات کی تعریف بیان کر دیتے ہیں مگر مثالیں بیان نہیں کرتے، مخدوم اکرم نصرپوری شرح کرتے ہوئے ان اصطلاحات کی مثالیں پیش کر دیتے ہیں، جیسے نخبۃ الفکر میں ہے:وأمَّا مُدْرَج المَتْنِ: فهُو أَنْ يَقَعَ في المتنِ كلامٌ ليسَ منهُ. فتارةً يكونُ في أوّله، وتارةً في أثنائه، وتارةً في آخِرِهِ، وهو الأكثرُ. مُدرج المتن یہ کہ متن حدیث میں ایسا کلام شامل کر دیا جائے جو اس کا حصہ نہ ہو، یہ ادراج کبھی ابتداء میں، کبھی درمیان میں، کبھی آخر میں ہوتا ہے، اور اکثر ادراج آخر میں ہوتا ہے۔[25]

اس مدرج المتن کی مثالیں علامہ ابن حجر نے بیان نہیں کیں، شارح موصوف نے اس کی مثالیں پیش کر دی ہیں، حدیث کے اول حصہ میں ادراج ہوتا ہے، اس کی مثال خطیب کی نقل کردہ روایت ہے۔ ابن قطن وشبابۃ یہ روایت شعبہ سے، وہ محمد بن زیاد سے، وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ" یعنی کامل وضو کرو، خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے، اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ کا قول(أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ) حدیث کے شروع میں مل گیا ہے، کیونکہ امام بخاری اس روایت کو آدم بن ایاس سے، وہ شعبہ سے، وہ محمد بن زیاد سے، وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: (أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ) بیشک ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: (وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)۔ خطیب کے بقول: ابن قطن اور شبابہ کو یہ روایت شعبہ سے نقل کرنے میں اشتباہ ہوا ہے۔(أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ) حضرت ابوہریرہ کا قول ہے اور (وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ) نبی کریم ﷺ کا کلام ہے۔

حدیث کے درمیان میں ادراج کی مثال امام دارقطنی کی ہشام بن عروہ سے بیان کردہ روایت ہے۔ بسرۃ بنت صفوان فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"مَنْ مَسَّ ذَكَرَه أَو أُنثَيَيْه أَو رُفْغَيْه فَلْيَتَوَضَّأ"یعنی جو اپنے آلہ تناسل یا خصتین یا رانوں کی جڑوں کو چھوئے تو چاہیئے وضو کرے۔ عبدالحمید بن جعفر اس روایت کو ہشام سے اس طرح روایت کرتے ہیں، اس طرح ابوکامل جحدری، یزید بن زریع سے، وہ ایوب سختیانی سے، وہ ہشام سے (أَو أُنثَيَيْه أَو رُفْغَيْه) کے ساتھ روایت کی ہے۔ یہ (أَو أُنثَيَيْه أَو رُفْغَيْه) عروہ کا کلام ہے، جیسا کہ حماد بن زید وغیرہ نے ہشام سے جدا جدا بیان کیا ہے۔ دارقطنی وخطیب نے صراحت کی یہ (أَو أُنثَيَيْه أَو رُفْغَيْه) عروہ کا قول ہے۔ جبکہ طبرانی نے معجم کبیر میں اس روایت کے درمیان یہ قول ادراج کر کے روایت بیان کی ہے۔

حدیث کے آخر میں ادراج کی مثال ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ کی روایت ہے، انہوں نے حسن بن الحر سے، انہوں نے قاسم بن مخیمرہ سے، انہوں نے علقمہ سے، علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں: أَن رَسُول

اللہ ﷺ علّمه التَّشَهُّد فِي الصَّلَاة فَقَالَ: "قل: التَّحِيَّات لله" فَذكر حتي قَالَ: أشهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله، وَأشْهد أَن مُحَمَّدًا عَبده وَرَسُوله: فَإِذا قلت هَذَا، فقد قضيت صَلَاتك، إِن شِئْت أَن تقوم فَقُمْ، وَإِن شِئْت أَن تقعد فَاقْعُدْ. یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز میں تشہد سکھاتے ہوئے فرمایا: تم کہو تمام عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، پھر پورا تشہد ذکر کیا اور اس کے آخر میں کلمہ شہادت بیان کیا، پھر کہا جب تم یہ کہہ چکو تو تم نے اپنی نماز پوری کر لی، اگر کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔ ابو خیثمہ نے اس طرح روایت کی جیسا کہ ان کے جمہور اصحاب نے کہا۔ حدیث کے آخر میں (فَإِذا قلت ۔۔۔ الخ) یہ کلام ابن مسعود کا ہے، رسول اکرم ﷺ کا کلام نہیں، اس کی دلیل یہ کہ ثقہ راوی عبد الرحمٰن بن ثابت ابن الحر سے ایسے ہی (یعنی قال ابن مسعود) روایت کرتے ہیں۔ یہ زہیر سے زیادہ ثقہ ہیں، اور حسین الجعفی اور ابن عجلان اور محمد بن آبان اپنی روایات میں تشہد کے الفاظ کو علقمہ وغیرہ کے ذریعے سے ابن مسعود سے روایت کیا ہے، اس روایت میں آخر کے الفاظ نہیں ہیں۔[26] اس طرح شارح موصوف کثیر مقامات پر مختلف اصطلاحات اصول حدیث کی مثالیں کتب احادیث سے پیش کی ہیں۔

بعض اہل علم پر تعقبات اور ان کے تسامحات کا بیان

مخدوم اکرم نصرپوری شرح کرتے ہوئے بعض مقامات پر اہل علم کی گرفت فرمائی ہے، جیسے نخبۃ الفکر میں حدیث مرسل کے علامہ ابن حجر نے چار احکام تحریر کئے ہیں، اس میں ایک یہ لکھا کہ اہل کوفہ کے نزدیک مرسل مطلقاً قبول کی جائیگی۔ شارح موصوف نے اس عبارت پر علامہ ابن حجر عسقلانی کی علمی گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شرح نخبۃ الفکر کے مصنف کی عبارت سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق حدیث مرسل مقبول ہے اور یہ تابعی کی مرسل ہے، اور فی الواقع ائمہ کوفہ (احناف) کے نزدیک اس طرح نہیں ہے، کیونکہ توضیح میں لکھا ہے: صحابہ کرام کی مرسل حدیث بالاجماع مقبول ہے اور اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا اور امام شافعی بھی قرن ثانی وثالث کی مرسل احادیث کو قبول نہیں کرتے الا یہ کسی دوسری سند سے اس کا اتصال ثابت ہو جائے، جیسے سعید بن مسیب کی مراسیل ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں: میں نے ان مراسیل کی ایسی مکمل اسانید دیکھی ہیں جن میں راوی کی صفات مجہول ہیں اور اس کے سبب سے ان کی روایت صحیح ہے، اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور وہ مسند پر مقدم ہے کیونکہ راوی نے صحابی کو چھوڑا ہے۔ مزید لکھتے ہیں: معروف یہ ہے کہ جب محدث کے نزدیک معاملہ واضح ہو تا تو وہ سند کو حذف کر دیتا ہے اور جب اس کے نزدیک

معاملہ واضح نہیں ہوتا تو وہ اس کو دوسروں کے اوپر چھوڑ دیتا ہے جیسے اس پر بھی چھوڑ گیا تھا اور راوی کے مجہول ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ جب مرسل ثقہ سے ہو تو وہ اس سے سکوت کرنے والے کی غفلت سے متہم نہیں ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر محدث یہ کہے کہ مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی ہے تو اس کی حدیث جہل کے باوجود مقبول ہوتی ہے، تو اگر محدث کسی راوی تو ترک کر دے تو اس کی حدیث کیوں قبول نہیں ہوگی۔ بعض اصحاب احناف ان کے علاوہ (یعنی تابعین و تبع تابعین) کی مرسلات قبول کرتے ہیں، بعض ائمہ احناف کے نزدیک یہ مرسلات مقبول نہیں، ہاں اگر ثقہ ائمہ سے یہ مرسلات مروی ہوں جیسے محمد بن الحسن اور ان جیسے دوسرے ثقہ راوی ہوں تو ان کی مرسلات مقبول ہیں۔ مزید لکھتے ہیں: عیسیٰ بن ابان اور ابو بکر رازی کے مختار قول کے مطابق قرن ثالث اور بعد کے قرون کی مرسلات بھی مقبول ہیں مگر شرط یہ کہ وہ ائمہ حدیث سے نقل کردہ مرسلات ہوں ورنہ نہیں۔[27]

ایک مقام پر ابن صلاح نے حدیث مضطرب کی یہ مثال بیان کی کہ ابو داود، ابن ماجہ اسماعیل بن امیہ ابو عمرو بن محمد بن حریث سے وہ اپنے دادا حریث سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں: اگر نماز پڑھنے والا کچھ نہ پائے تو عصا گاڑ دے اور اگر عصا نہ ہو تو اپنے سامنے لکیر کھینچ لیے۔ اس پر شارح موصوف نے ابن صلاح کی علمی گرفت کی اور علامہ ابن حجر، علامہ سخاوی، سیوطی وغیرہ ائمہ علوم حدیث کے اقوال نقل کر کے ثابت کیا کہ حدیث مضطرب کے بارے میں پیش کردہ یہ مثال درست نہیں ہے، اور آخر میں شارح نے مضطرب حدیث کی درست مثال صدیق اکبر سے مروی روایت پیش کی، جس میں حضرت ابو بکر نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر بوڑھاپا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہود اور ان کے بھائیوں (یعنی دیگر انبیاء کی قوموں پر عذاب کے واقعات) نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔[28]

علوم حدیث کے متعلق مذاہب اربعہ خصوصاً احناف کا مؤقف

مخدوم اکرم نصرپوری نخبۃ الفکر کی شرح کرتے ہوئے علوم حدیث کی اصطلاحات کو محدثین کی اصطلاحات کے ساتھ بعض اوقات مذاہب اربعہ و مشہور ائمہ کے مؤقف کو بھی بیان کر دیتے ہیں، اہل نظر جانتے ہیں کہ مرسل حدیث سے استدلال کے بارے میں اہل علم میں معرکۃ الاراء ابحاث کتب اصول میں منقول ہیں، مخدوم اکرم نصرپوری نے حدیث مرسل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال نقل کئے ہیں، ایک مقام پر جامع التحصیل حوالے سے لکھتے ہیں: امام حاکم نے کہا کہ اہل کوفہ تابعین اور تبع تابعین کی تمام مرسلات کو قبول کرتے ہیں، ان سے استدلال بھی کرتے ہیں، مزید لکھا عیسیٰ بن ابان اور ابو بکر رازی کے مختار قول کے مطابق قرن ثالث اور بعد کے قرون کی مرسلات بھی

مقبول ہیں مگر شرط یہ کہ وہ ائمہ حدیث سے نقل کردہ مرسلات ہوں ورنہ نہیں، مزید لکھتے ہیں: قاضی عبد الوہاب مالکی نے کہا میرے نزدیک یہ ظاہر مذہب ہے۔ علامہ نووی نے مرسل پر عمل کے بارے میں شرح مہذب میں رقم طراز ہیں: کثیر علمائے حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور امام غزالی نے اس کو جمہور سے نقل کیا ہے اور امام ابو داؤد نے اپنے رسالے میں لکھا کہ ماضی کے اکثر اہل علم مثلاً سفیان ثوری، امام مالک، امام اوزاعی مرسل سے استدلال کرتے تھے، حتیٰ کہ امام شافعی کا دور آیا اور انہوں اس پر اعتراض وارد کئے۔ محمد بن جریر طبری نے کہا: تمام تابعین کا حدیث مرسل کے قبول پر اجماع ہے اور ان کے بعد دو سال تک ائمہ میں سے کسی نے حدیث مرسل کا انکار نہیں کیا۔ یہ بات نظم الدرر میں علامہ سیوطی نے بیان کی ہے۔ امام مالک و امام احمد کے مرسل کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول قبول کرنے کا اور ایک قول جمہور کے مطابق ہے، جامع تحصیل میں امام مالک اور ان کے جمہور اصحاب کا قول نقل کیا ہے کہ ائمہ حدیث کی مراسیل کو قبول کیا جائے گا۔[29]

ایک مقام پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے خبر کی چار اقسام بیان کی ہیں، جن میں متواتر، مشہور، عزیز اور غریب، شارح اس کی شرح کرنے کے بعد شارح موصوف لکھتے ہیں: یہ تقسیم محدثین کے منہج کے مطابق ہے، جب کہ ہمارے ائمہ احناف کے اصول کے مطابق خبر کی تین اقسام ہیں، متواتر، مشہور اور احاد۔ احناف متواتر کی تعریف محدثین کے مطابق کرتے ہیں، جب کہ مشہور کی تعریف یہ ہے اس قدر کثیر روایات کریں کہ اول زمانے میں جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ ابتدائی دور میں راوی واحد ہو، دو ہوں یا کثیر یہ برابر ہے، اور جس پر ان دونوں کی تعریف صادق نہ آئے اس کو ائمہ احناف خبر واحد سے تعبیر کرتے ہیں۔[30]

مشکل و غریب الفاظ کی توضیح و تسہیل

مخدوم اکرم سندھی شرح کرتے ہوئے متن میں وارد مشکل الفاظ کی توضیح و تسہیل پیش کرتے ہیں، بعض اوقات مختلف اہل لغت کی آراء کے پیش نظر اس قدر سہل تشریح کرتے ہیں کہ قارئین کو اصطلاحات و متن سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہ رہے۔ مثلاً نخبۃ الفکر کی عبارت ہے:

فسأَلَني بَعْضُ الإخوانِ أَنْ أُلَخِّصَ لهُ المُهِمَّ مِنْ ذَلكَ، فلخَّصْتُهُ في أوراقٍ لطيفةٍ، سَمَّيتها: "نُخْبَةَ الْفِكَرِ في مصطلحِ أهلِ الأثرِ"، على ترتيبٍ ابتكَرْتُهُ، وسبيلٍ انْتَهَجْتُهُ، مع ما ضَمَمْتُ إِليهِ مِن شواردِ الفرائدِ، وزوائدِ الفوائدِ.[31]

اس عبارت کی تشریح کرتے ہیں: (أُلَخِّصَ) یہ تلخیص سے ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ مختصر الفاظ میں ایسا جامع خلاصہ بیان کرنا جو لفظاً و معنیً مقصد کی توضیح و تسہیل کر دے۔ (أوراقٍ لطيفةٍ) کی وضاحت ان الفاظ میں کی کہ لطافت و عمدہ

نکات سے مزین قلیل اوراق، یہ اوراق اس طرح شفاف ہوں کہ کوئی ان میں پوشیدگی باقی نہ رہے، ہوا کی مانند خفیف مگر کثیر فوائد کے جامع ہوں، نیز کم صفحات میں یاد کرنا آسان اور اس کی طرف مائل ہونا زیادہ سہل ہوتا ہے۔ کتاب کے نام (نُخبَةَ الفِكَرِ في مصطلحِ أهلِ الأثرِ) کی توضیح ان الفاظ میں کی کہ علوم حدیث میں سے عمدہ خیالات کا انتخاب۔ لفظ (ابتكرتُهُ) یعنی میں نے اس کو اختیار کیا مجھ سے پہلے کوئی اس نہج پر کوئی نہیں چلا، کہا جاتا ابتكر الشيء یعنی جب کوئی سب سے پہلے اس چیز کو اختیار کرے یا ابتداء کرے۔ (سبیلٍ) کے بارے میں لکھا یہ مذکر مونث دونوں میں مستعمل ہے جیسے اللہ جل مجدہ کا فرمان ہے: {لَبِسَبِيلٍ مُقِيمٍ}[32] اور ایک مقام پر فرمایا: {قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي}[33] (شواردِ الفوائدِ) یہ صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے، الفرائد فریدۃ کی جمع ہے، موتیوں کی لڑی میں سے حسن میں یکتا و منفرد موتی کو فریدۃ کہا جاتا ہے۔ شوارد یہ شاردۃ کی جمع ہے یہ شرد البعیر یعنی اونٹ کے بھاگ جانے سے ہے، مطلب یہ کہ منتشر موتیوں میں سے یکتا و منفرد موتیوں کا انتخاب کیا ہے۔ (زوائدِ الفوائدِ) یہ عطف تفسیر ہے مطلب یہ کہ میں نے عمدہ نکات و فوائد کو جمع کر دیا ہے۔ بعض اوقات شرح کرتے ہوئے الفاظ کی نحوی حیثیت بھی واضح کر دیتے ہیں، جیسے مذکورہ عبارت میں (مع ما ضَمَمْتُ إليهِ) یہ (لخّصْتُهُ) کے مفعول کا حال ہے، اس طرح (زوائدِ الفوائدِ) کے بارے میں کہا یہ شوارد الفرائد کا عطف تفسیر ہے۔[34]

احادیث کی تشریح و احادیث کے متعلق احکام

شارح موصوف شرح نخبہ کی شرح کرتے ہوئے بعض احادیث پر عمدہ و تحقیقی نگارشات پیش کرتے ہیں، جیسے ایک مقام پر رقم طراز ہیں کہ مشہور حدیث ہے: میری امت میں سے جس نے چالیس احادیث حفظ کیں۔۔۔ الخ۔ اس حدیث کے بارے میں امام نووی سے نقل کیا کہ حفاظ حدیث کے نزدیک کثرت طرق کے باوجود یہ حدیث ضعیف ہے، میں (شارح) کہتا ہوں: اربعین بلدانیہ میں سلفی نے اس کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے، حافظ عبد القادر الرہاوی نے لکھا کہ ضعیف احادیث سے جب بعض احادیث ملتی ہیں تو وہ قوی ہو جاتی ہیں اور کبھی یہ احادیث مشہور و مستفیض کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں، لیکن حافظ ابن حجر نے اربعین متباینہ میں لکھا میرے نزدیک ائمہ حدیث کا تضعیف کرنا سلفی کے صحیح کہنے سے زیادہ پسند ہے، بعض احادیث ملنے سے قوت میں اگرچہ بڑھ جاتی ہیں مگر پھر بھی وہ احادیث ضعف کے مرتبے سے خارج نہیں ہوتیں۔[35]

اس کے علاوہ شارح موصوف نے مختلف مقامات پر علوم حدیث کے متعلق نادر معلومات پیش کی ہیں، اس شرح میں شارح نے حدیث لاعدوی ولا طیرہ کی عمدہ تشریح کی ہے۔ حدیث لا نکاح الا بولی پر عمدہ تحقیق تحریر کی ہے۔[36] مزید یہ

کہ صلاۃ التسبیح کے حوالے سے لکھتے ہیں صلاۃ التسبیح کی روایت کے تمام طرق باطل ہیں۔ اس طرح حدیث انا مدینۃ العلم کی فنی حیثیت پر عمدہ تحقیق پیش کی ہے۔[37] یہ روایت من بشَّرني بخروج آذار بشَّرته بالجنَّة یعنی جس نے مجھے آزار کے خروج کی خبر دی اسے میں جنت کی بشارت دوں گا۔ لکھتے ہیں: اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ ایک اور عوام میں مشہور حدیث تمہارا قربانی کا دن تمہارے روزے کا دن ہے، اس بارے میں لکھا یہ حدیث بھی ثابت نہیں۔[38] فقہاء کرام میں ایک روایت معروف ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کا نام ابو حنیفہ ہو گا وہ میری امت کا چراغ ہے۔ اس روایت کے حوالے سے لکھا یہ موضوع روایت ہے۔[39]

عمدہ نکات و مفید معلومات کا خزینہ

شارح موصوف علوم حدیث پر عمدہ تحقیقات کے ساتھ علم حدیث سے مستنبط عمدہ نکات بھی شرح میں ذکر کرتے ہیں، جیسے حدیث موضوع کے حوالے سے علامہ ابن جوزی کا اقتباس نقل کرتے ہیں: کسی نے کس قدر عمدہ بات بیان کی کہ جب کسی حدیث کو معقول کے متضاد دیکھیں یا منقول کے مخالف ہو یا اصول کے متناقض ہو تو سمجھ لیں وہ موضوع ہے، نیز اصول کے متناقض سے مراد دواوین اسلام اور کتب و مسانید حدیث میں موجود نہ ہو۔[40] اس کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے تابعی ہونے پر بعض لوگ کلام کرتے ہیں، اس حوالے سے شارح رقم طراز ہیں: بعض اہل تحقیق امام ابو حنیفہ کے تابعی ہونے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک امام ابو حنیفہ نے انس بن مالک اور ان کے علاوہ صحابہ کرام کی زیارت کی تھی، جیسے اسماء رجال میں ابن جوزی، تحفۃ المسترشدین میں امام تورپشتی وصاحب مرأۃ الجنان وغیرہ محقق علمائے کرام نے امام ابو حنیفہ کے تابعی ہونے کی صراحت کی ہے۔[41] ایک جگہ صحابی کی تعریف پر عمدہ گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں: صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار قرآنی نص کی بناء پر کفر ہے۔ اور ایک مقام یہ بھی بیان کیا کہ رتن ہندی کا دعوی صحابیت جھوٹ پر مبنی ہے۔[42] اس کے علاوہ اس شرح میں کافی مقامات پر عمدہ تحقیقی مواد جمع کر دیا ہے، ان میں سے چند ایک موضوعات یہ ہیں: اصح الاسانید کے حوالے سے عمدہ بحث کی ہے، صحیحین کے متکلم فیہ راوی پر نفیس معلومات جمع کر دی ہے، حدیث مرسل پر بالتفصیل گفتگو موجود ہے، تدلیس اور اس کی اقسام پر عمدہ نگارشات، موضوع احادیث اور کتابت حدیث پر نفیس ابحاث، مراتب تعدیل چھ ہیں اس حوالے سے عمدہ معلومات، آداب سماعت حدیث، فقہاء مدینہ کا نام وغیرہ متنوع موضوعات پر تحقیقی و علمی نگارشات اس شرح کی کو دیگر شروحات سے ممتاز کرتی ہیں۔

امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کے ماخذ و مصادر

امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کا مطالعہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ کی نادر وانمول کتب پر خوب دسترس تھی، اس شرح میں شارح نے علوم حدیث کے متعلق جس قدر اسلاف کی معتمد و مستند کتب متداول ہیں ان کے حوالہ جات نقل کئے ہیں، اس شرح میں بعض علوم حدیث کے متعلق کتب جن شارح نے استفادہ لیا، ان کے نام یہ ہیں: النکت علی نزہۃ النظر للعسقلانی، التقریب للنووی، تدریب الراوی فی شرح تقریب للسیوطی، شرح الفیہ العراقی، علوم الحدیث لابن الصلاح، فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسخاوی، الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب البغدادی، معرفۃ علوم الحدیث والمدخل للحاکم النیسابوری، النکت علی کتاب ابن الصلاح، الخلاصۃ فی اصول الحدیث للطیبی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل للعلائی، جمع الجوامع، درۃ الخواص فی اوہام الخواص للحریری، شرح الفیہ، شرح الدرر للسیوطی، شرح الفیہ للذکریا، شرح شرح نخبۃ الفکر لعلی قاری، شرح نظم نخبہ للشمنی، الغایہ شرح الہدایہ للسخاوی، منتہی الوصول لابن حاجب، نظم الدرر للبقاعی، الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث للذہبی، جمع الجوامع للسبکی، شرح جمع الجوامع للسخاوی، النکت الوافیہ شرح الفیہ للبقاعی، حاشیہ نخبۃ الفکر لابن قطلوبغا، حاشیۃ لقط الدرر، بلوغ المامول فی خدمۃ الرسول للسیوطی، الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ للحازمی، وغیرہ کے اقتباسات نظر آتے ہیں، نیز مقدمہ فتح الباری از ابن حجر، مقدمہ شرح مسلم از نووی، التمہید از ابن عبد البر، شرح مشکوٰۃ از عبد الحق الدہلوی، مرقاۃ المفاتیح از ملا علی قاری، شرح موطا از ابن عربی، شرح ابن ملقن، شرح بخاری از قسطلانی جامع الاصول از ابن اثیر سے بھی علوم حدیث کے متعلق ابحاث نقل کی ہیں، نیز احادیث کے احکام بیان کرنے میں تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، میزان الاعتدال، ضعفاء ابن حبان، نصب الرایہ، تنزیہ الشریعہ، مقاصد حسنہ وغیرہ کتب سے مدد لی ہے۔ نیز بعض اوقات اصول احناف کے لیے ان کتب سے بھی استفادہ لیا ہے: التلویح والتوضیح، اصول بزدوی، اصول السرخسی، المنار، شرح المنار الاحکام فی اصول الاحکام از آمدی، التقریر والتحبیر شرح التحریر از ابن الحاج، تیسیر التحریر، شرح المقاصد، التیسیر ابن ہمام، شرح المواقف از تفتازانی۔ کتب لغت میں قاموس، النہایہ فی غریب الحدیث، اختصار النہایہ، الصحاح وغیرہ کے حوالے موجود ہیں۔ ان کتب کے علاوہ بھی کثیر کتب کے حوالہ جات سے مزین یہ وقیع وانمول شرح شارح موصوف کے علوم حدیث میں علمی تبحر وگہری نظر کا ایک درخشاں باب ہے۔

خلاصہ بحث

مخدوم اکرم نصرپوری سندھی علوم و معارف اور محاسن و کمالات کا بحر بیکراں تھے، آپ کی تصانیف خصوصاً امعان النظر اس کا واضح وبیّن ثبوت ہے، اس شرح میں علوم حدیث کے متعلق قیمتی ووقیع معلومات جمع کر کے شروحات

نخبۃ الفکر میں ایک وقیع و علمی اضافہ کیا ہے۔ یہ شرح اپنے موضوع کے اعتبار سے عمدہ و جامعیت کے اعتبار سے علمی تحقیق کا نادر شاہکار ہے، اس شرح کے اسلوب و منہج کے اس علمی جائزہ کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے یہ عظیم و گراں قدر شرح اپنے منہج، مواد، اسلوب اور طرز تحریر میں شرح نخبۃ الفکر کی دیگر شروحات میں سے ممتاز و منفرد ہے، اس قدر عمدہ علمی تراث ارباب علم و تحقیق کی توجہ کی طلب گار ہے کہ اس پر نئے سرے سے کام کر کے جدید تحقیقی منہج کے مطابق خوب صورت انداز سے شرح و بسیط سے اس شرح کو پھر سے شائع کروایا جائے۔

حوالہ جات

[1] شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔ شرح نخبۃ الفکر، ریاض: مطبعۃ سفیر، ۱۴۲۲ھ، ص ۲۹ تا ۳۴؛ خالد علوی، اصول الحدیث مصطلحات و علوم، ج ۱، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۴ء، ص ۲۳ تا ۳۰ (ملتقطاً)۔

[2] محمد بن سالم آل نعمان۔ مقدمہ قضاء الوطر فی نزہۃ النظر، ج ۱، عمان: الدار الاثریہ، ۲۰۱۰ء، ص ۱۷۱۔

[3] مخدوم اکرم نصرپوری کی حتمی تاریخ پیدائش دستیاب نہ ہو سکی، علامہ غلام مصطفی قاسمی نے امعان النظر کے مقدمہ میں ان کی پیدائش گیارہویں صدی کے اوائل میں ذکر کی ہے، یہ بات محل نظر ہے کیونکہ بقول احمد بن ناصر درعی کے میں جب شیخ اکرم بن عبد الرحمٰن سندھی سے سنہ ۱۱۲۱ھ میں ملا اس وقت آپ عمر رسیدہ تھے۔ (رحلۃ الناصریۃ از احمد بن محمد بن ناصر درعی، ص ۳۷۰) نیز تحقیق الرغبۃ فی توضیح نخبۃ میں عبد الکریم بن عبد اللہ الخضیر نے بھی آپ کو دسویں صدی کے اعلام میں شمار کیا ہے۔ عبد الکریم بن عبد اللہ الخضیر۔ تحقیق الرغبۃ فی توضیح نخبۃ، ریاض: مکتبہ دار المنہاج، ص ۱۰۔

[4] میر علی شیر قانع ٹھٹوی۔ تحفۃ الکرام (اردو)، اشاعت سوم، جامشورو، سندھ ادبی بورڈ، ۲۰۰۶ء، ص ۵۳۹۔

[5] عبد الحي بن فخر الدین بن عبد العلی الحسنی۔ نزہۃ الخواطر، ج ۶، بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء، ص ۷۴۷۔

[6] شیخ عبد اللہ مراد ابو الخیر۔ مختصر من کتاب نشر النور والزہر فی تراجم مکۃ افاضل، جدہ: عالم المعرفۃ ۱۹۸۶ء، ص ۲۵۷۔

[7] غلام مصطفیٰ قاسمی۔ مقدمہ امعان النظر، حیدرآباد: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، ۱۴۰۱ھ، ص ۱۰۔

[8] مخدوم عبد الطیف بن ہاشم ٹھٹوی۔ ذب الذباب الدراسات، ج ۲، کراچی: سندھ ادبی بورڈ، ۱۹۵۹ء، ص ۲۲۰۔

[9] ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر الدرعی، رحلۃ الناصریۃ، ابوظبی: دار السویدی للنشر والتوزیع، ۲۰۱۱ء، ص ۳۷۰۔

[10] ابی الحسنات عبد الحی لکھنوی۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل (حاشیہ)، بیروت: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۲۰۰۴ء، ص ۹۷۔

[11] میر علی شیر قانع ٹھٹوی۔ تحفۃ الکرام (اردو)، ص ۵۴۰

[12] عبد الحي بن فخر الدین بن عبد العلی الحسنی۔ نزہۃ الخواطر، ص ۸۰۶۔

[13] عبد الفتاح ابو غدہ۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل (حاشیہ)، بیروت: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۲۰۰۴ء، ص ۹۷۔

[14] ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر الدرعی، رحلۃ الناصریۃ، ص ۳۷۰۔

[15] غلام مصطفیٰ قاسمی۔ مقدمہ امعان النظر، ص ۱۱۔

[16] ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر الدرعی، رحلۃ الناصریۃ، ص ۳۷۰۔

[17] الفہرس الشامل للتراث العربی الاسلامی المخطوط (الموسسۃ آل بیت)، ج ۱، عمان: مجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیہ، ۱۹۹۹ء، ص ۶۱۴۔

[18] محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نصرپوری، امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، حیدر آباد: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، ۱۴۰۱ھ، ص ۹۳۔

[19] غلام مصطفیٰ قاسمی، مقالاتِ قاسمی، حیدر آباد: نفیس پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۰، ص ۳۱۲۔

[20] مخدوم عبد الطیف بن ہاشم ٹھٹوی۔ ذب الذباب الدراسات، ص ۲۲۰۔

[21] محمد رمضان مہیری۔ باب الاسلام سندھ کے محدثین، فکر و نظر، ج ۴۲، ۴۳، ش ۴، ۱ ص ۲۶۵۔

[22] محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نصرپوری، امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۱۔

[23] عسقلانی، شہاب الدین احمد بن حجر، شرح نخبۃ الفکر، مطبعۃ سفیر، ریاض، ۱۴۲۲ھ، ص ۲۹ تا ۳۲۔

[24] محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نصرپوری، امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۵۔

[25] شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔ شرح نخبۃ الفکر، ص ۱۱۵۔

[26] محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نصرپوری، امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۱۴۳۔

[27] ایضاً، ص ۱۰۲۔

[28] ایضاً، ص ۱۵۹ تا ۱۶۱۔

[29] ایضاً، ص ۱۰۲۔

[30] ایضاً، ص ۳۱۔

[31] شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔ شرح نخبۃ الفکر، ص ۳۵۔

[32] سورۃ یوسف: ۱۰۸۔

[33] سورۃ الحجر: ۷۶۔

[34] محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نصرپوری، امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۹۔

[35] ایضاً، ص ۱۹۱۔

[36] ایضاً، ص ۸۰۔

[37] ایضاً، ص ۱۳۳۔

[38] ایضاً، ص ۲۷۔

[39] ایضاً، ص ۱۲۷۔

[40] ایضاً، ص ۱۱۶۔

[41] ایضاً، ص ۲۱۱۔

[42] ایضاً، ص ۲۱۰۔